متن العقيدة الطحاوية

للإمام أبي جعفر أحمد بن محمد الطحاوي رحمه الله

المتوفى ٣٢١ھ

عقائد اور بنیادی دینی تصورات

داعی قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ١٤٣١ھ

شعبہ مطبوعات

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ

www.QuranAcademy.com

نام : عقائد اور بنیادی دینی تصورات—متن العقیدة الطحاویة

پیش کش : شعبۂ مطبوعات، انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی رجسٹرڈ، B-375، پہلی منزل، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ روڈ، بلاک 6 گلشنِ اقبال، کراچی

فون نمبر : +92-21-34993436-7

طبع 1 تا 4 : جنوری 2018ء بمطابق جمادی الثانی 1439ھ (تعداد: 3300)

طبع 5 : فروری 2022ء بمطابق رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

تعداد : 1100

ای میل : Publications@QuranAcademy.Com

قیمت : 140/=

ملک بھر میں موجود قرآن اکیڈمیز و مراکز

Karachi:
QuranAcademyDefence021-35340022-4
QuranAcademyYaseenabad021-36337361-6806561
QuranAcademyKorangi021-35074664
QuranInstituteGulistan-e-Johar021-34030119
Hyderabad:
QuranAcademyQasimabad022-2106187
QuranInstituteLatifabad022-3860489
Sukkur:
QuranMarkazSukkur071-5807281
Quetta:
QuranAcademyQuetta081-2842969
Jhang:
QuranAcademyJhang047-7630861–7630863
Faisalabad:
QuranAcademyFaisalabad041-2437618
Lahore:
QuranAcademyLahore042-35869501-3
Multan:
QuranAcademyMultan061-6510451-6520451
Islamabad:
QuranAcademyIslamabad051-2605725
Gujranwala:
QuranMarkazGujranwala055-3891695-0334-4600937
Peshawar:
QuranMarkazPeshawar091-2584824-2019541
Malakand:
QuranMarkazTemargara0945-601337
AzadKashmir:
QuranMarkazMuzaffarabad0982-2447221

نام طالب علم / طالبہ : ____________________

کورس : ____________________

تعلیمی سال : ____________________

مقامِ تدریس : ____________________

فہرست

صفحہ نمبر

پیش لفظ (بموقع اشاعتِ اول) ------------------------------------

عقائد اور بنیادی دینی تصورات ------------------------------------ ۸

متن العقیدة الطحاویة ------------------------------------ ۲۶

پیش لفظ

(بموقع اشاعتِ اول)

أحمده حمداً یبلغ رضاه و صلی اللہ علی أشرف من اجتباه
وعلیٰ من صاحبه و والاه أمابعد

قرآن اکیڈمی میں سال ہاسال سے جاری رجوع الی القرآن کورس میں جب عقائد کی تدریس کے حوالے سے نصاب کے تعین کا مرحلہ درپیش تھا تو بعد از مشاورت یہ بات طے پائی کہ سالِ اول میں داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ وہ متنِ عقیدہ زیر درس رہے جو موصوف نے اپنی قائم کردہ انقلابی جماعت ”تنظیم اسلامی“ کے عقائد کے ضمن میں تحریر فرمایا تھا۔ چنانچہ کچھ ناگزیر حک واضافے کے ساتھ اس متن کو شامل نصاب کر لیا گیا۔ دراصل یہ متن کئی اعتبارات سے افادیت کا حامل ہے۔ اس کا اجمالی جائزہ خود حضرت ڈاکٹر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں اس طرح ہے:

”یہ بھی اصلاً راقم ہی کی تحریر پر مشتمل ہے جو جولائی ۷۴ء اور مارچ ۷۵ء کے درمیانی عرصے میں سپرد قلم ہوئی۔ اس کی ترتیب و تسوید میں راقم نے جماعت اسلامی کے دستور سے بھی استفادہ کیا اور بعض علماء سے بھی مشورہ کیا جن میں مولانا سید وصی مظہر ندوی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔۔۔

اس کی پہلی شق ایمان مجمل اور ایمان مفصل پر مشتمل ہے۔ جن کی تشریح میں اہل سنت کے عقائد اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ آ گئے ہیں۔ واضح رہے جماعت اسلامی کے دستور میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

دوسری شق کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پر مشتمل ہے جس کی تشریح کے سلسلے میں جماعت اسلامی کے دستور سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ توحیدِ الٰہی اور رسالتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اقرار کے مضمرات ومقدرات کو دستور جماعت میں بلاشبہ نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ (اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ تحریر اصلاً مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ واللہ اعلم) البتہ ایک جانب اس میں سے وہ الفاظ حذف

کر دیے گئے جن پر علمائے کرام کی جانب سے شدید اعتراضات کیے گئے تھے، اور دوسری جانب عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور حجیت خلافتِ راشدہ سے متعلق شقوں کا اضافہ کیا گیا اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، تربیت اور تزکیے کا شاہکار ہونے کے اعتبار سے تعظیم و توقیر کے بھی مستحق ہیں — اور بفحوائے قرآنی ''مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ'' اور ''فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ'' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء و احباب اور اعوان و انصار ہونے کی بنا پر اس کا استحقاقِ کامل بھی رکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کے دل میں ان کے لیے شدید محبت اور احسان مندی کے جذبات موجود ہوں — اور خلافتِ راشدہ چونکہ اصلاً خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اُس کے دوران میں جن امور پر اُمت کا اجماع ہو گیا انہیں دین کے دستوری اور قانونی نظام میں حجت کی حیثیت حاصل ہے - اس طرح عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور حجیتِ خلافتِ راشدہ کو گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالتِ مبارکہ کے ساتھ تتمّے اور ضمیمے کی حیثیت حاصل ہے!

تیسری اور چوتھی شقیں شرک، کفر اور رذائلِ اخلاق سے براءت اور جملہ ذنوب و معاصی سے توبہ واستغفار پر مشتمل ہیں۔ جن کے ضمن میں جہاں کفر اور شرک کی حقیقت اور اُن کی اقسام کی مختصر مگر جامع وضاحت آ گئی ہے، وہاں فرائض و واجباتِ دینی اور محرمات و منہیاتِ شرعی کا اجمالی تذکرہ بھی ہو گیا ہے۔"

(ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم اسلامی — ایک تعارف، ص ۳۰۷ و مابعد، شائع کردہ: تنظیم اسلامی)

الحمد للہ ہم یعنی وابستگانِ انجمن خدام القرآن و تنظیم اسلامی، اُن مجمع علیہ افکار - جن کی پشت پر چودہ صدیوں کا تواتر و تعامل موجود ہے - سے انحراف کو دین میں بگاڑ اور کجی کے مترادف سمجھتے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق انہی پر کاربند ہیں۔ استاذِ مکرم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلی ہوئی یہ قیمتی تحریر ہر اُس طالبِ حق کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جو یہ جاننا چاہے کہ عقائد اور کلام کے مباحث میں - جو قدیم و جدید کتبِ

اہل سنت (یعنی منتسبینِ ائمۂ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم) میں موجود ہیں - وہ راہِ حق و صواب کیا ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ نے اختیار کی۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ متن العقیدۃ الطحاویۃ پر مبنی ہے جو امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ معرکۃ الآراء اور مایۂ ناز متنِ عقیدہ پر مبنی ہے، جسے عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ کے عنوان سے موسوم کیا گیا ہے اور عموماً عقیدۂ طحاویہ کے نام سے معروف ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا سنِہ وفات ۳۲۱ھ ہے یعنی گزشتہ تقریباً ایک ہزار سال سے یہ متن عقیدہ مسلمانوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ جو قبولِ عام اس متن کو حاصل ہوا وہ عقائد کے باب میں کسی اور تصنیف کو حاصل نہ ہو سکا۔ آج بھی اس دورِ انتشار میں تمام مسالکِ اہل سنت یعنی احناف (دیوبندی اور بریلوی)، مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور (سلفیہ / اہل حدیث) کے ہاں اس متن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، الحمد للہ! دنیا بھر کے دینی علوم کے مدارس، جامعات وکلیات میں یہ متن شاملِ نصاب ہے۔ قرآن اکیڈمی میں سالِ دوم کے نصاب میں عقیدہ کی تدریس کے لیے یہی متن شامل کیا گیا ہے۔ عقیدۂ طحاویہ کے محاسن و کمالات کا اندازہ اس کی تدریس کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے ان دونوں متونِ عقائد کو ورک بک کی شکل میں انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کے شعبۂ مطبوعات کے تحت یک جارجوع الی القرآن کورس سال اول و دوم کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر شائع کیا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے نافع بنائے۔ آمین!

شعبہ مطبوعات
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی

عقائد اور بنیادی دینی تصورات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ بنیادی دینی تصورات — یعنی عقائد — اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں، جن کی رُو سے: ہر عاقل و بالغ مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، پر لازم ہے کہ وہ:

(ا) پورے شعور و ادراک کے ساتھ اقرار کرے کہ:

''اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ، اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ''

یعنی میں یقین رکھتا ہوں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات سے ظاہر ہے اور قبول کرتا ہوں اس کے جملہ احکام، اقرار کرتا ہوں زبان سے اور تصدیق کرتا ہوں دل سے! ____ اور

''اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ''

یعنی میں یقین رکھتا ہوں اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور یوم آخر پر، اور تقدیر پر کہ اس کی بھلائی اور بُرائی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر۔

تشریح: اسلام کی اساس ایمان پر قائم ہے اور ایمان کی تعبیر کے لیے ایمان مجمل اور ایمان مفصّل کے مندرجہ بالا الفاظ جو سلف سے منقول ہیں، حد درجہ موزوں بھی ہیں اور نہایت جامع و مانع بھی۔ اس لیے کہ ان میں ایمانیات کی تفصیل کے علاوہ دو اہم اور بنیادی نکتے بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایمان زبانی اقرار (جو اُس قانونی ایمان یعنی اسلام کا رکن اولین ہے

جس پر تمام دنیوی معاملات کا دارومدار ہے اور جس پر اسلامی ہیئت اجتماعی کی بنیاد قائم ہوتی ہے) اور تصدیق قلبی (جس پر اُس حقیقی ایمان کا دارومدار ہے جس کی بناء پر آخرت میں کوئی شخص مومن قرار پائے گا) دونوں کا مجموعہ ہے اور دوسرے یہ کہ علمی و نظری اور اصولی اعتبار سے ایمان حقیقۃً ایمان باللہ ہی کا نام ہے۔ بقیہ تمام ایمانیات اسی اصل کی فروع اور اسی اجمال کی تفصیل ہیں۔ چنانچہ ایمان بالآخرت بھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حکمت و عدل کا مظہر ہے اور ایمان بالرسالت بھی اس کی صفاتِ ربوبیت وہدایت ہی کی توسیع۔

اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا — وہ اَلۡاَحَدُ ہے یعنی ہر اعتبار سے تنہا اور اکیلا، چنانچہ نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں، نہ حقوق میں نہ اختیارات میں، نہ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ ہم کفو، نہ ہم سر ہے نہ ہم پلّہ، نہ ضد ہے نہ ندّ نہ مثل ہے نہ مثال — وہ الصَّمَدُ ہے یعنی وہ پورے سلسلہ کون و مکان کا مبدع بھی ہے اور موجد بھی، خالق بھی ہے اور باری بھی، صانع بھی ہے اور مصور بھی اور اسی کی توجہ و عنایت اسے تھامے ہوئے بھی ہے اور قائم کیے ہوئے بھی۔

وہ پاک اور منزہ و مبرا ہے ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی، ہر ضعف، ہر احتیاج، ہر غلطی اور ہر کوتاہی سے، گویا وہ سبوح بھی ہے اور القدوس بھی — اور جامع ہے تمام محاسن و کمالات کا، اور ہر خیر اور خوبی کا بدرجہ تمام و کمال، گویا وہ الغنی بھی ہے اور الحمید بھی، کسی کو کوئی قوت و طاقت حاصل نہیں بجز اس کے اذن و اجازت کے، گویا وہی، العلی بھی ہے اور العظیم بھی اور المتعال بھی ہے اور الکبیر، المتکبر بھی۔ ''سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ'' اس کی ذات وراء الوراء ثم وراء الوراء

ہے اور اس کی ماہیت اور کنہ کو کوئی نہیں جان سکتا اور اس کی معرفت کی واحد راہ اس کے اسماء وصفات کے واسطے ہی سے ہے۔ چنانچہ تمام اچھے نام اسی کے ہیں اگرچہ متعین طور پر اس کے اسماءِ حسنٰی وہی ہیں جو قرآن اور حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہوئے – اسی طرح وہ تمام صفات کمال سے بتمام وکمال متصف ہے جن میں سے اہم ترین آٹھ ہیں یعنی (۱) حیات، (۲) علم، (۳) قدرت، (۴) ارادہ، (۵) سمع، (۶) بصر، (۷) کلام اور (۸) تکوین، چنانچہ وہی الحی بھی ہے اور القیوم بھی اور السمیع بھی ہے اور البصیر بھی {عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ} بھی ہے اور {بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمٌ} بھی {فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ} بھی ہے اور {اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ} کی شان کا حامل بھی – مزید برآں اس کی جملہ صفات اس کی ذات ہی کے مانند مطلق ولامتناہی ہیں نہ کہ محدود ومقید، اور قدیم ہیں نہ کہ حادث اور ذاتی ہیں نہ کہ کسی اور کی عطا کردہ۔

فرشتے وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے تخلیق فرمایا۔ وہ صاحب تشخص وجود کے حامل ہیں نہ کہ مجرد قوائے طبعیہ، ان کا نہ مذکر ہونا معلوم ہے نہ مونث، وہ اللہ سے قرب ضرور رکھتے ہیں لیکن الوہیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، وہ اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا حکم انہیں بارگاہِ خداوندی سے ملے، وہ اللہ کے احکام کی تنفیذ بھی کرتے ہیں اور خالق و مخلوق کے مابین پیغام رسانی بھی، چنانچہ وہی انبیاء ورُسل تک وحی لاتے رہے ہیں، ان کی تعداد بے شمار ہے لیکن چار بہت مشہور بھی ہیں اور جلیل القدر بھی۔ یعنی حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

اللہ کی کتابوں میں سے بھی چار ہی معلوم و معروف ہیں، یعنی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اور زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئی اور انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اور قرآن جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا، جو اللہ کی آخری کتاب اور نوعِ انسانی کے نام اللہ کا آخری اور مکمل پیغام ہے، جس کے بعد کوئی اور کتاب نازل نہ ہو گی اور جو من و عن محفوظ موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا جبکہ باقی تینوں کتابیں ردوبدل اور تغیر و تحریف کا ہدف بن چکی ہیں، گویا اب قرآن ہی اُن کا مصدق بھی ہے اور مھیمن بھی – ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پیغمبروں کو صحیفے عطا ہوئے جن میں سے کچھ اب دنیا میں سرے سے موجود ہی نہیں ہیں، باقی محرف اور مبدل ہیں۔

اللہ کے رسول نوعِ انسانی کے وہ برگزیدہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے وقتاً فوقتاً چنا اور پسند فرمایا۔ وہ انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے اور سب گناہ سے پاک یعنی معصوم تھے، ان کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جن کے نام مذکور ہیں ان کے سوا کسی اور کو یقین کے ساتھ نبی یا رسول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان میں سے پانچ حد درجہ اولوالعزم اور نہایت عالی مرتبہ ہیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم – ان میں سے بعض کو بعض پر بعض پہلوؤں سے جزوی فضیلت حاصل ہے لیکن جملہ انبیاء ورُسل پر فضیلت کُلی سید ولد آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، جو خاتم النبیین بھی ہیں اور آخر الرسل بھی اور جن کے بعد وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کُلی طور پر بند ہو چکا ہے۔

انبیاء و رُسل کی تائید و تقویت کے لیے اللہ تعالیٰ عام مادی ضوابط کو عارضی طور پر معطل کر کے گویا عادی قانون کو توڑ کر اپنی آیات ظاہر کرتا اور معجزات دکھاتا رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو بھی بے شمار حسی معجزے عطا ہوئے لیکن آپ کا اہم ترین اور عظیم ترین معجزہ معنوی ہے یعنی قرآن حکیم۔

یوم آخر وہ دن ہے جس میں تمام انسان دوبارہ زندہ ہو کر عدالت خداوندی میں محاسبے اور جزا و سزا کے فیصلے کے لیے پیش ہوں گے جس کے نتیجے میں یا جنت میں داخلہ ہو گا یا جہنم میں ۔ اس دن اقتدار مطلق اور اختیار کلی صرف اللہ واحد و قہار کے ہاتھ میں ہو گا نہ کسی کو کسی جانب سے کوئی مدد مل سکے گی، نہ کوئی کچھ دے دلا کر چھوٹ سکے گا، نہ کوئی سفارش ہی اللہ کی پکڑ سے بچا سکے گی۔ انبیاء و رُسل، صلحاء و اتقیاء، ملائکہ و ارواح اور سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کے مراتب عالیہ کے اظہار و اعلان اور ان کے اعزاز و اکرام کے لیے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور گناہ گار اہل ایمان کے حق میں ان کی شفاعت قبول بھی ہو گی لیکن نہ وہ اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف کچھ کہیں گے اور نہ ہی اللہ کی صفت عدل باطل ہو گی۔

تقدیر کے خیر و شر کا من جانب اللہ ہونا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور مخلوقات میں سے کسی کے بس میں نہیں کہ بغیر اس کی اجازت محض اپنے ارادے سے کچھ کر سکے۔ لہٰذا یہاں جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے خواہ وہ کسی کو بھلا لگے یا بُرا، اللہ کے اذن ہی سے ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اللہ کا عاجز و لاچار ہونا لازم آتا ہے۔ مزید بر آں، وہ ”عَالِمُ مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ“ بھی ہے۔ چنانچہ اس پورے سلسلہ کون و مکان میں جو کچھ ماضی میں ہوا،

یا حال میں ہو رہا ہے یا مستقبل میں ہو گا سب اس کے علم قدیم میں پہلے سے موجود ہے، اگرچہ اس کا یہ علم جبرِ محض کو مستلزم نہیں – گویا، ایمان بالقدر، دراصل اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی قدرت اور علم کے مضمرات اور مقدرات ہی کو ماننے کا نام ہے۔

بعث بعد الموت سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا نفخۂ اُولیٰ ہو گا جس کے نتیجے میں کائنات کا پورا موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور سب پر ایک عمومی موت طاری ہو جائے گی۔ پھر جب اللہ کا اذن ہو گا نفخۂ ثانیہ ہو گا اور سب جی اُٹھیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامِ قیامت پیدا ہونے والے آخری انسان تک سب میدان حشر میں جمع کیے جائیں گے ☆

(ب) کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے جملہ مضمرات و مقدرات کے فہم و شعور کے ساتھ گواہی دے کہ:

''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تشریح: اس شہادت کے جزوِ اوّل کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کا خالق، پروردگار، مالک اور تکوینی و تشریعی حاکم صرف اللہ ہے، ان میں

☆ امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع فیصل آباد اپریل ۲۰۱۰ء کے دوران حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریر کا مطالعہ کروایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کے ذیل میں فرمایا کہ اس کی تعبیر زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفخۂ اولیٰ کے نتیجے میں تمام نظام درہم برہم ہو گا۔ نفخۂ ثانیہ کے نتیجے میں موت طاری ہو گی اور نفخۂ ثالثہ کے نتیجے میں سب جی اٹھیں گے۔ (مؤلف)

سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ گویا ''اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ'' اور ''لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ''۔

اس حقیقت کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ:

۱۔ انسان اللہ کے سوا کسی کو ولی و کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا، فریادرس اور حامی و ناصر نہ سمجھے، کیونکہ کسی دوسرے کے پاس کوئی اقتدار ہے ہی نہیں۔

۲۔ اللہ کے سوا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ سمجھے، کسی سے تقویٰ اور خوف نہ کرے، کسی پر توکل نہ کرے، کسی سے اُمیدیں وابستہ نہ کرے، کیونکہ تمام اختیارات کا مالک تنہا وہی ہے۔

۳۔ اللہ کے سوا کسی سے دُعا نہ مانگے، کسی کی پناہ نہ ڈھونڈے، کسی کو مدد کے لیے نہ پکارے۔ کسی کو خدائی انتظامات میں ایسا دخیل اور زور آور بھی نہ سمجھے کہ اس کی سفارش قضائے الٰہی کو ٹال سکتی ہو، کیونکہ اللہ کی سلطنت میں سب بے اختیار رعیت ہیں، خواہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء۔

۴۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائے، کسی کی پرستش نہ کرے، کسی کو نذر نہ دے اور کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جو مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں، کیونکہ تنہا ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ، مالک الملک اور مقتدر اعلیٰ تسلیم نہ کرے، کسی کو بااختیار خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہ سمجھے، کسی کو مستقل بالذات شارع اور قانون ساز نہ مانے اور اُن تمام اطاعتوں کو قبول کرنے سے انکار کردے جو ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت اور اُس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں، کیونکہ اپنے ملک کا ایک ہی جائز مالک اور اپنی

خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے۔ اس کے سوا کسی کو مالکیت اور حاکمیت کا حق نہیں پہنچتا۔ نیز اس عقیدے کو قبول کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ:

۶۔ انسان اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جائے، اپنی خواہش نفس کی بندگی چھوڑ دے اور اللہ کا بندہ بن کر رہے جس کو اس نے الٰہ تسلیم کیا ہے۔

۷۔ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک مختار نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، اپنے اعضاء اور اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو بھی اللہ کی مِلک اور اس کی طرف سے امانت سمجھے۔

۸۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھے اور اپنی قوتوں کے استعمال اور اپنے برتاؤ اور تصرفات میں ہمیشہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھے کہ اُسے قیامت کے روز اللہ کو ان سب چیزوں کا حساب دینا ہے۔

۹۔ اپنی پسند کا معیار اللہ کی پسند کو اور اپنی ناپسندیدگی کا معیار اللہ کی ناپسندیدگی کو بنائے۔

۱۰۔ اللہ کی رضا اور اس کے قرب کو اپنی تمام سعی و جہد کا مقصود اور اپنی پوری زندگی کا محور ٹھہرائے۔ گویا اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوب حقیقی اور مطلوب و مقصود اصلی بن جائے۔

۱۱۔ اپنے لیے اخلاق میں، برتاؤ میں، معاشرت اور تمدن میں، معیشت اور سیاست میں، غرض زندگی کے ہر معاملے میں صرف اللہ کی ہدایت کو ہدایت تسلیم کرے اور ہر اُس طریقے اور ضابطے کو رد کر دے جو اللہ کی شریعت کے خلاف ہو۔

اس شہادت کے جزو ثانی سے واضح ہوتا ہے کہ سید وُلدِ آدم نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پہلی حیثیت کے اعتبار سے آپ عبدیت کاملہ کے مقام پر فائز ہیں اور آپ ﷺ کی اس حیثیت کے علم اور اعتراف سے شرک کی ان جملہ اقسام کا کامل سدّباب ہو جاتا ہے جن میں سابقہ اُمّتیں اپنے اپنے انبیاء و رُسل کے فرطِ احترام، شدّتِ عقیدت اور

غلو محبت کے باعث ملوث ہو گئیں اور دوسری حیثیت کے اعتبار سے آپ ﷺ کے فرقِ مبارک پر ختم نبوت اور ختمِ رسالت کا تاج بھی ہے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں شہنشاہِ ارض و سماء کی جانب سے اِتمام نعمتِ شریعت اور تکمیل دینِ حق کا فرمانِ شاہی بھی۔ گویا سلطانِ کائنات کی طرف سے رُوئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی ﷺ کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطہ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کر دیا گیا، وہ محمد ﷺ ہیں۔

اس امر واقعی کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ انسان کو جملہ مخلوقات میں شدید ترین محبت آنحضور ﷺ ہی سے ہو اور آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع ہی زندگی کا اصل طریق بن جائے گویا:

۱۔ انسان ہر اُس تعلیم اور ہر اُس ہدایت کو بے چون و چرا قبول کرے جو محمد ﷺ سے ثابت ہو۔

۲۔ اس کو کسی حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے کے لیے اور کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہو کہ اس چیز کا حکم یا اس چیز کی ممانعت رُسولِ ﷺ اللہ سے ثابت ہے۔

۳۔ رسولِ خدا کے سوا کسی کی مستقل بالذات پیشوائی و رہنمائی تسلیم نہ کرے۔ دوسرے انسانوں کی پیروی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے تحت ہو، نہ کہ ان سے آزاد۔

۴۔ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول ﷺ کی سُنّت کو حجت اور سند اور مرجع قرار دے، جو خیال یا عقیدہ یا طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے اختیار کرے، جو اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دے، اور جو مسئلہ بھی حل طلب ہو اسے حل کرنے کے لیے اُسی سر چشمہ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔

۵۔ تمام عصبیتیں اپنے دل سے نکال دے خواہ وہ شخصی ہوں یا خاندانی یا قبائلی و نسلی، یا قومی و وطنی، یا فرقی و گروہی، کسی کی محبت یا عقیدت میں ایسا گرفتار نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے حق کی محبت و عقیدت پر وہ غالب آجائے یا اس کی مدّ ِمقابل بن جائے۔

۶۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد پیدا ہونے والے کسی شخص کو نہ تو کسی بھی معنی میں نبی یا رسول سمجھے نہ معصوم اور نہ ہی کسی کا یہ منصب اور مرتبہ سمجھے کہ اس کے ماننے پر انسان کا مومن و مسلم سمجھا جانا منحصر ہو۔

نیز اسی کے متضمّنات کی حیثیت سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ:

۷۔ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ ﷺ نے جو نظام قائم فرمایا، اور جو خلافتِ راشدہ کے دوران بتمام و کمال قائم رہا، وہی دین حق اور نظام اسلامی کی صحیح ترین اور واحد مسلّمہ تعبیر ہے۔ گویا خلافتِ راشدہ فی الواقع ”خلافت علیٰ منہاج النبوۃ“ تھی اور خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور علی حیدر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے وہ ”خلفائے راشدین و مہدیین“ ہیں جن کی سنت آنحضور ﷺ کے بعد دین میں حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

۸۔ یہ یقین رکھا جائے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جنہیں آنحضور ﷺ کی صحبت اور آپ ﷺ کی تعلیم اور تزکیہ و تربیت سے براہِ راست فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی من حیث الجماعت پوری اُمت میں افضلیت مطلقہ کے حامل ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی غیر صحابی کسی صحابی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ ان کی محبت جزو ایمان ہے، ان کی تعظیم و توقیر دراصل نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر ہے اور ان سے بغض و عداوت اور ان کی تحقیر و توہین درحقیقت آنحضور ﷺ سے بغض و عداوت اور آپ ﷺ کی تحقیر و توہین ہے۔ ان کے مابین جزوی فضیلت کے بہت سے پہلو ہو سکتے ہیں لیکن فضیلت کلّی متعین طور

پر اس طرح ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک اضافی درجۂ فضیلت حاصل ہے حضراتِ اصحاب بیعت رضوان کو، پھر ان پر ایک مزید درجہ فضیلت حاصل ہے حضرات اصحاب بدر کو، پھر ان پر ایک اور درجہ فضیلت کے حامل ہیں حضرات عشرۂ مبشرہ اور ان میں فضیلت مطلقہ حاصل ہے، حضراتِ خلفاء اربعہ کو جن کی افضلیت علیٰ ترتیب الخلافت ہے یعنی افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر درجہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا، پھر مقام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اور پھر مرتبہ ہے حضرت علی حیدر رضی اللہ عنہ کا!

مزید برآں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کُل کے کُل ''عدول'' ہیں اور ان کے مابین اختلاف و نزاع نفسانیت کی بناء پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوا۔ چنانچہ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باب میں محتاط ترین روش تو یہ ہے کہ ''کفِّ لِسان'' سے کام لیا جائے اور کامل سکوت اختیار کیا جائے تاہم کوئی حقیقی اور واقعی ضرورت ہی لاحق ہو جائے تو ایک کو ''مصیب'' یعنی صحیح مؤقف پر اور دوسرے کو ''مخطی'' یعنی راہِ خطائے اجتہادی پر تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن کسی کو بھی سبّ و شتم یا الزام و اتہام کا ہدف بنانا جائز نہیں ہے!

(ج) ہر قسم کے کفر اور جملہ انواع و اقسام شرک اور تمام رذائل و ذمائم اخلاق سے شعوری طور پر اعلانِ براءت کرے، بایں الفاظ کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِیْ كُلِّهَا

یعنی ''اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ کسی کو جانتے بوجھتے شریک کروں اور تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اگر کبھی بے سمجھے بوجھے ایسا ہو جائے اور میں

اعلان براءت کرتا ہوں ہر نوع کے کفر سے، شرک سے، جھوٹ سے، غیبت سے، بدعت سے، چغلخوری سے، بے حیائی کے کاموں سے، بہتان طرازی سے اور جملہ نافرمانیوں سے۔"

تشریح: ایمان کی طرح کفر کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کفر حقیقی یا کفر قلبی اور دوسرے کفرِ قانونی یا کفرِ ظاہری ۔کفرِ حقیقی یا کفر قلبی کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری اور اس تعالیٰ کی ہر معصیت اور ہر نافرمانی پر ہو جاتا ہے لیکن جہاں تک اُس کفر قانونی یا کفر شرعی کا تعلق ہے جس کی بناء پر کسی کی تکفیر کرکے اس کا رشتہ ملتِ اسلامی سے منقطع کر دیا جائے تو وہ ضروریات دین میں سے کسی کے انکار ہی سے لازم آتا ہے، مجرد بے عملی یا نافرمانی حتیٰ کہ کبائر کے ارتکاب سے بھی لازم نہیں آتا۔

اسی طرح شرک کی بھی بے شمار اقسام ہیں بعض شرک اعتقادی ہیں اور بعض صرف عملی، بعض جلی ہیں اور بعض خفی، تاہم جملہ انواع و اقسام شرک کا ایک احصاء اور احاطہ اس طرح ممکن ہے کہ ایک شرک فی الذّات ہے یعنی یہ کہ کسی کو کسی اعتبار سے اللہ کا ہم جنس، یا ہم کفو بنا دیا جائے جس کا کامل رد ہے سورہ اخلاص میں۔ دوسرے شرک فی الصفات ہے یعنی کسی کو کسی صفت کے اعتبار سے خدا کا مثل یا مثیل بنا دیا جائے جس کا نہایت مکمل سدباب ہے آیت الکرسی میں، اور تیسرے شرک فی الحقوق ہے جس کی جامع ترین تعبیر شرک فی العبادت ہے جس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی اللہ سے بڑھ کر یا اُس جتنا محبوب و مطلوب ہو جائے اور یہ بھی کہ کسی کو علی الاطلاق مطاع مان لیا جائے یعنی اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے آزاد تسلیم کر لی جائے، اور یہ بھی کہ عام مادی قانون اور ظاہری قواعد و ضوابط کے دائرے سے باہر کسی سے استعانت اور استمداد و استغاثہ کیا جائے یا اس سے دُعا کی جائے اور اسے پکارا جائے (عام مادی قوانین کے تحت بھی اگر کسی کے بارے میں یہ خیال ہو کہ محض اپنی قوت اور ارادے سے کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے تو یہ شرک فی الصفات

کی ایک قسم یعنی شرک فی القدرت اور شرک فی التصرف ہو گا) مزید برآں شرک کی اسی نوع کے ذیل میں آتے ہیں ریا اور سمعہ بھی اور کسی کے لیے کسی بھی نیت سے ان مراسم عبودیت کو بجالانا بھی جو صرف اللہ کے لیے خاص ہیں جیسے سجدہ اور نذر!

رذائل و ذمائم اخلاق کی مکمل فہرست دینا ممکن نہیں تاہم اگر انسان ان سے اجتناب کرے جو اُوپر بیان ہوئے تو دوسروں کا سدباب خود بخود ہو جائے گا۔

(د) سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر نہایت الحاح وزاری سے بارگاہِ خداوندی میں مغفرت کا طلبگار ہو اور آئندہ کے لیے کامل خلوص و اخلاص کے ساتھ توبہ کرے ان الفاظ کے ساتھ کہ:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُـهٗ عَمَدًا اَوْ خَطَاً سِرًّا اَوْ عَلَانِیَةً وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُیُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ

”یعنی میں اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں تمام گناہوں پر خواہ میں نے جان بوجھ کر کیے ہوں یا غیر ارادی طور پر، اور خواہ چھپ چھپا کر کیے ہوں خواہ علانیہ طور پر، اور خواہ وہ میرے علم میں ہوں خواہ میرے علم میں نہ ہوں۔ اے اللہ تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا اور تمام عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور تمام گناہوں کی بخشش فرمانے والا ہے!“

تشریح: توبہ صرف زبان سے کلماتِ توبہ کے ادا کر دینے یا ان کے ورد یا وظیفہ بنا لینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ گناہ پر حقیقی ندامت اور واقعی پشیمانی اور معصیت سے کلی اجتناب کے عزمِ مصمّم کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں رجوع کرنے اور گناہ و معصیت کو بالفعل ترک کر دینے کا نام ہے یہ تین شرائط ان کوتاہیوں کے ضمن میں کافی ہیں جو حقوق اللہ کے باب میں

ہوں، حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے معاصی کے لیے ایک چوتھی اضافی شرط یہ ہے کہ جس کسی پر زیادتی ہوئی ہو اس کی تلافی کی جائے یا اس سے معافی حاصل کی جائے۔

بنابریں توبہ کی صحت کے لیے لازم ہے کہ:

۱۔ جملہ فرائض دینی کی پابندی اختیار کرے اور تمام کبائر سے فی الفور مجتنب ہو جائے۔ بالخصوص ارکان اسلام کی پوری پابندی کرے۔ چنانچہ نماز قائم کرے (مردوں کے لیے التزام جماعت بھی ضروری ہے) رمضان المبارک کے روزے رکھے، صاحبِ نصاب ہو تو باقاعدہ حساب کے ساتھ پوری زکوٰۃ ادا کرے اور صاحبِ استطاعت ہو اور تاحال حج بیت اللہ نہ کیا ہو تو فوراً نیت کرے اور جلد از جلد فریضہ حج ادا کرے۔

۲۔ سنت رسول ﷺ کا زیادہ سے زیادہ اتباع کرے اور ایسی تمام بدعات اور رسومات کو ترک کر دے جن کا ثبوت قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملتا ہو۔

تشریح: ان بدعات و رسومات کا زیادہ زور شادی بیاہ، پیدائش، عقیقہ، ختنہ، سالگرہ، فوتیدگی اور تہواروں کے مواقع پر ہوتا ہے۔ ان سب میں لازم ہو گا کہ اپنے معاملات کو زیادہ سے زیادہ قرونِ اولیٰ کے مطابق بنایا جائے اور بعد کے اضافوں کو ترک کر دیا جائے۔

۳۔ اپنی معاشرت میں جملہ اسلامی احکام کی پابندی کرے خصوصاً ستر اور حجاب کے شرعی احکام پر عمل پیرا ہو۔

۴۔ اگر کوئی ایسا ذریعہ معاش رکھتا ہو جو معصیت فاحشہ کے ذیل میں آتا ہو جیسے چوری، ڈاکہ، سود، زنا، شراب، رقص و سرور، شہادتِ زور، رشوت، خیانت، جوا اور سٹہ وغیرہ تو اسے ترک کر دے۔

تشریح: یہ امور معصیت اپنی ذات میں انتہائی قبیح ہیں، البتہ ایسے افراد جن کی معاش چوری یا ڈاکہ، شراب کی تیاری یا اس کی فروخت وغیرہ، عصمت فروشی یا رقص و سرور ایسے قبیح

کاموں سے متعلق ہوں، اگر اللہ تعالیٰ اس کو اصلاح کی توفیق دے تو یہ بھی اس کی رحمت سے بعید نہیں، بہر صورت ان تمام کاموں کی حرمت اور قباحت و شناعت ہمارے معاشرے میں معلوم و معروف ہے - البتہ بعض حرام چیزیں کچھ اس طرح ہمارے معاشرے میں جاری و ساری ہوگئی ہیں کہ عام لوگ یا تو ان کی قباحت سے ہی آگاہ نہیں رہے یا انہوں نے کسی مجبوری کے عذر کی بنیاد پر اُن کو اپنے لیے مباح کرلیا ہے۔ ان میں سے مکروہ ترین چیز ہے سُود، جس سے باز نہ آنے پر قرآن حکیم، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے اعلان جنگ کی وعید سناتا ہے اور دوسرے نمبر پر ہے رشوت اور سرکاری حیثیت اور اختیار کا ناجائز استعمال اور ان پر مستزاد ہیں بیع و شرا کی بعض ناجائز صورتیں اور سرکاری محاصل (انکم ٹیکس ڈیوٹی وغیرہ) سے بچنے کے لیے اخفاء وکذب بیانی۔

ہمیں خوب اندازہ ہے کہ اس وقت جو خدا ناآشنا اور عاقبت نا آشنا نظام پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے اور پورا انسانی معاشرہ بحیثیت مجموعی جس فساد اخلاقی میں مبتلا ہے اس کے پیش نظر ان تمام چیزوں سے کامل اجتناب نہایت مشکل اور صبر آزما کام ہے لیکن دین آج جس دورِ غربت میں ہے اُس میں اصحاب عزیمت پر لازم ہے کہ اس کام کو کرنے کے لیے وہی لوگ آگے بڑھیں جو رخصتوں اور حیلوں پر عمل کرنے کے بجائے عزیمت اور صبر و توکل کو اپنا شعار بنائیں اور ہر اس ذریعہ معاش کو ترک کرنے کی کوشش کریں جس میں حرام کی آمیزش ہو۔ اس معاملے میں سر دست حسب ذیل تصریحات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ا۔ سود لینا اور دینا قطعاً حرام ہیں لہٰذا بنکوں یا دیگر اداروں سے نہ کبھی کوئی رقم کسی بھی غرض کے لیے سود پر قرض لینا جائز ہے نہ سیونگ اکاؤنٹ یا فکسڈ ڈیپازٹ یا نقد رقم پر معینہ منافع کی کسی بھی دوسری صورت میں سرمایہ لگانا درست ہے۔ چنانچہ بینکوں سے

صرف عام سروسز جیسے ترسیل زر یا لاکرز سے انتفاع یا زیادہ سے زیادہ کرنٹ اکاؤنٹ رکھنے کی سہولت حاصل کی جاسکتی ہے۔

۲۔ کسی ایسے کاروباری ادارے کی ملازمت جائز نہیں ہے جس میں سود کو غالب عنصر کی حیثیت حاصل ہو جیسے بینک اور انشورنس کمپنیاں۔

۳۔ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ البتہ کسی ایسی صورت میں کہ کسی ظالم اہل کار یا صاحب اختیار کو اپنا جائز حق وصول کرنے کے لیے کچھ مجبوراً دینا پڑے تو اس کا شمار استحصال بالجبر میں ہو گا۔ رشوت میں نہیں۔ البتہ یہ صرف اُسی صورت میں ہو گا کہ نہ کوئی ناجائز انتفاع مطلوب ہو، نہ کسی سرکاری قانون اور پابندی سے بچنا مقصود ہو اور نہ ہی کسی اور کے جائز حقوق پر زد پڑتی ہو۔

۴۔ سرکاری محاصل کے ضمن میں جتنی رعائتیں مروجہ قانون کے اندر اندر ممکن ہوں ان سے بڑھ کر کسی ایسی صورت کو اختیار کرنا درست نہیں ہے جس میں کذب، فریب اور شہادت زور شامل ہوں۔

۵۔ کاروبار کی مختلف صورتوں میں سے بھی جن جن میں بیع فاسد یا جوئے یا سٹے یا احتکار وغیرہ کا عنصر شامل ہو اس سے بچنا لازم ہے۔

۶۔ اگر اس کے قبضے میں ایسا مال یا جائیداد ہو جو حرام طریقے سے آیا ہو یا جس میں حق داروں کے تلف کردہ حقوق شامل ہوں تو اس سے دستبردار ہو جائے اور اہل حقوق کو ان کے حق پہنچا دے۔ البتہ یہ عمل صرف اس صورت میں کرنا لازم ہے جب کہ حق دار بھی معلوم ہوں اور وہ مال بھی معلوم و متعین ہو جس میں ان کا حق تلف ہوا ہے۔ بصورت دیگر توبہ اور آئندہ کے لیے طرز عمل کی اصلاح کافی ہو گی۔

(ہ) گہرے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کا ہو کر رہے گا، رضائے الٰہی ہی اس کا اصل مقصود و مطلوب ہو گی اور نجات و فلاحِ اُخروی کا حصول ہی اس کا اصل نصب ُالعین ہو گا — اور جس طرح اس کی نماز اور قربانی صرف اللہ کے لیے ہو گی اسی طرح اس کے جسم و جان، مال و منال حتیٰ کہ زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہوں گے۔ یعنی:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

— اور —

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

تشریح: ہر ذی شعور مسلمان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت سے سرشار ہو کر اپنی پوری زندگی اس کی کامل اطاعت میں دے دے (جو لازماً اطاعتِ رسول ﷺ ہی کے واسطے سے ہو گی!) اسی رویے کا نام عبادتِ رب ہے جو ہر انسان سے اللہ کا پہلا مطالبہ ہے اور جس کی طرف نوعِ انسانی کو دعوت دینے کے لیے تمام انبیاء و رسل مبعوث ہوئے اور جو ازروئے قرآن جنوں اور انسانوں کا عین مقصد تخلیق ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ اپنی صحت و قوت، فرصت و فراغت، صلاحیت و استعداد، مال و دولت، اور وسائل و ذرائع کا زیادہ سے زیادہ حصہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین، نصرتِ دین خدا اور رسول ﷺ اور حمایت و اقامتِ دین، اور شہادتِ حق علی الناس اور اظہارِ دینِ حق علی الدین کلّہٖ کے لیے وقف کر دے اور اس کے لیے محنت و مشقت، انفاق و ایثار، ترک و اختیار، ابتلا و

آزمائش، صبر و مصابرت، استقامت و مقاومت – الغرض ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جملہ مراحل کے لیے مقدور بھر ہمت و عزیمت کی راہ اختیار کرے۔ یہ تمام فرائض ہر مسلمان پر حسبِ صلاحیت و استعداد اور مطابقِ وسعت و قوت عائد ہوتے ہیں اور ان کی انجام دہی میں ہی بندے کی وفاداری کا اصل امتحان ہے!

☆☆☆

متن العقيدة الطحاوية

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين
الحمد لله رب العالمين

قال العلامة حجة الإسلام أبو جعفر الوراق الطحاوي – بمصر – رحمه الله: هذا ذكر بيان عقيدة أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة: أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي وأبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصاري وأبي عبدالله محمد بن الحسن الشيباني رضوان الله عليهم أجمعين وما يعتقدون من أصول الدين ويدينون به لرب العالمين

نقول في توحيد الله معتقدين بتوفيق الله: إن الله تعالى واحد لا شريك له ولا شيء مثله ولا شيء يعجزه ولا إله غيره. قديم بلا ابتداء دائم بلا انتهاء لا يفنى ولا يبيد ولا يكون إلا ما يريد لا تبلغه الأوهام ولا تدركه الأفهام ولا يشبه الأنام، و هو حي لا يموت قيوم لا ينام. خالق بلا حاجة رازق بلا مؤنة مميت بلا مخافة باعث بلا مشقة ما زال بصفاته قديما قبل خلقه لم يزدد بكونهم شيئا لم يكن قبلهم من صفاته وكما كان بصفاته أزليا كذلك لا يزال عليها أبديا ليس منذ خلق الخلق استفاد اسم الخالق ولا بإحداثه

البرية استفاد اسم الباري له معنى الربوبية ولا مربوب ومعنى الخالق ولا مخلوق وكما أنه محي الموتى بعدما أحياهم استحق هذا الاسم قبل إحيائهم كذلك استحق اسم الخالق قبل إنشائهم ذلك بأنه على كل شيء قدير وكل شيء إليه فقير وكل أمر عليه يسير لا يحتاج إلى شيء(ليس كمثله شيء وهو السميع البصير)

خلق الخلق بعلمه وقدر لهم أقدارا وضرب لهم آجالا. لم يخف عليه شيء من أفعالهم قبل أن يخلقهم وعلم ما هم عاملون قبل أن يخلقهم وأمرهم بطاعته ونهاهم عن معصيته. وكل شيء يجري بتقديره ومشيئته، ومشيئته تنفذ لا مشيئة للعباد إلا ما شاء لهم فما شاء لهم كان وما لم يشأ لم يكن. يهدي من يشاء ويعصم ويعافي من يشاء فضلا ويضل من يشاء ويخذل ويبتلي عدلا. وكلهم يتقلبون في مشيئته بين فضله وعدله. وهو متعال عن الأضداد والأنداد لا راد لقضائه ولا معقب لحكمه ولا غالب لأمره آمنا بذلك كله وأيقنا أن كلا من عنده.

وأن محمداﷺ عبده المصطفى و نبيه المجتبى ورسوله المرتضى وأنه خاتم الأنبياء و إمام الأتقياء وسيد المرسلين وحبيب رب العالمين وكل دعوى النبوة بعد نبوته فغي وهوى وهو المبعوث إلى عامة

الجن وكافة الورى بالحق والهدى وبالنور والضياء.و إن القرآن كلام الله منه بدأ بلا كيفية قولا وأنزله على رسوله وحيا وصدقه المؤمنون على ذلك حقا وأيقنوا أنه كلام الله تعالى بالحقيقة ليس بمخلوق ككلام البرية فمن سمعه و زعم أنه كلام البشر فقد كفر وقد ذمه الله وعابه وأوعده بسقر حيث قال تعالى: (سأصليه سقر) فلما أوعد الله بسقر لمن قال: (إن هذا إلا قول البشر) علمنا وأيقنا أنه قول خالق البشر ولا يشبه قول البشر. ومن وصف الله بمعنى من معاني البشر فقد كفر فمن أبصر هذا اعتبر وعن مثل قول الكفار انزجر وعلم أنه بصفاته ليس كالبشر.

والرؤية حق لأهل الجنة بغير إحاطة ولا كيفية كما نطق به كتاب ربنا جل و علا: (وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة) وتفسيره على ما أراده الله تعالى وعلمه وكل ما جاء في ذلك من الحديث الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه و سلم فهو كما قال ومعناه على ما أراد، و لا ندخل في ذلك متأولين بآرائنا ولا متوهمين بأهوائنا فإنه ما سلم في دينه إلا من سلم لله عز و جل ولرسوله صلى الله عليه و سلم ورد علم ما اشتبه عليه إلى عالمه ولا يثبت قدم الإسلام إلا على ظهر التسليم والاستسلام، و من رام علم

ما حظر عنه علمه ولم يقنع بالتسليم فهمه حجبه مرامه عن خالص التوحيد وصافي المعرفة وصحيح الايمان فيتذبذب بين الكفر والإيمان والتكذيب و التصديق والإقرار والإنكار موسوسا تائها زائغا شاكا لا مؤمنا مصدقا ولا جاحدا مكذبا ـ ولا يصح الإيمان بالرؤية لأهل دار السلام لمن اعتبرها منهم بوهم أو تأولها بفهم إذا كان تأويل الرؤية وتأويل كل معنى يضاف إلى الربوبية بترك التأويل ولزوم التسليم وعليه دين المرسلين وشرائع النبيين و المسلمين ومن لم يتوق النفي والتشبيه زل ولم يصب التنزيه فإن ربنا جل وعلا موصوف بصفات الوحدانية منعوت بنعوت الفردانية ليس في معناه أحد من البرية و تعالى عن الحدود والغايات والأركان والأعضاء والأدوات لا تحويه الجهات الست كسائر المبتدعات.

والمعراج حق وقد أسري بالنبي صلى الله عليه و سلم وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء ثم إلى حيث شاء الله تعالى من العلا وأكرمه الله بما شاء وأوحى إليه ما أوحى (ما كذب الفؤاد ما رأى) فصلى الله عليه و سلم في الآخرة والأولى. والحوض الذي أكرمه الله تعالى به غياثا لأمته حق والشفاعة التي ادخرهاالله لهم حق كما روي في الأخبار والميثاق الذي أخذه الله تعالى من آدم

وذريته حق. وقد علم الله تعالى فيما لم يزل عدد من يدخل الجنة وعدد من يدخل النار جملة واحدة فلا يزاد في ذلك العدد ولا ينقص منه وكذلك أفعالهم فيما علم منهم أن يفعلوه وكل ميسر لما خلق له، والأعمال بالخواتيم والسعيد من سعد بقضاء الله والشقي من شقي بقضاء الله، وأصل القدر سر الله تعالى في خلقه لم يطلع على ذلك ملك مقرب ولا نبي مرسل والتعمق والنظر في ذلك ذريعة الخذلان وسلم الحرمان ودرجة الطغيان فالحذر كل الحذر من ذلك نظرا وفكرا ووسوسة فإن الله تعالى طوى علم القدر عن أنامه ونهاهم عن مرامه كما قال الله تعالى في كتابه: (لا يسأل عما يفعل وهم يسألون) فمن سأل: لم فعل ؟ فقد رد حكم الكتاب ومن رد حكم الكتاب كان من الكافرين. فهذا جملة ما يحتاج إليه من هو منور قلبه من أولياء الله تعالى وهي درجة الراسخين في العلم لأن العلم علمان: علم في الخلق موجود وعلم في الخلق مفقود فإنكار العلم الموجود كفر وادعاء العلم المفقود كفر ولا يثبت الإيمان إلا بقبول العلم الموجود وترك طلب العلم المفقود و نؤمن باللوح والقلم وبجميع ما فيه قد رقم، و لو اجتمع الخلق كلهم على شيء كتبه الله تعالى فيه أنه كائن ليجعلوه غير كائن لم يقدروا عليه ولو

اجتمعوا كلهم على شيء لم يكتبه الله تعالى فيه ليجعلوه كائنا لم يقدروا عليه جف القلم بما هو كائن إلى يوم القيامة وما أخطأ العبد لم يكن ليصيبه وما أصابه لم يكن ليخطئه، وعلى العبد أن يعلم أن الله تعالى قد سبق علمه في كل كائن من خلقه فقدر ذلك بمشيئته تقديرا محكما مبرما ليس فيه ناقض ولا معقب ولا مزيل ولا مغير ولا زائد ولا محول ولا ناقص من خلقه في سماواته وأرضه وذلك من عقد الإيمان وأصول المعرفة- و الاعتراف بتوحيد الله و ربوبيته كما قال تعالى في كتابه: (وخلق كل شيء فقدره تقديرا) وقال تعالى: (وكان أمر الله قدرا مقدورا) فويل لمن صار لله تعالى في القدر خصيما وأحضر للنظر فيه قلبا سقيما لقد التمس بوهمه في فحص الغيب سرا كتيما وعاد بما قال فيه أفاكا أثيما- والعرش والكرسي حق كما بين فى كتابه و هو جل و علا مستغن عن العرش وما دونه محيط بكل شيء وبمافوقه وقد أعجز عن الإحاطة به خلقه. ونقول ان الله اتخذ إبراهيم خليلا وكلم الله موسى تكليما إيمانا وتصديقا وتسليما ونؤمن بالملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد أنهم كانوا على الحق المبين ونسمي أهل قبلتنا مسلمين مؤمنين ما داموا بما جاء به النبي صلى

الله عليه و سلم معترفين وله بكل ما قال وأخبر مصدقين.ولا نخوض في الله ولا نماري في دين الله تعالى ولا نجادل في القرآن ونشهد أنه كلام رب العالمين نزل به الروح الأمين فعلمه سيد المرسلين محمدا صلى الله عليه و سلم و على آله اجمعين وهو كلام الله تعالى لا يساويه شيء من كلام المخلوقين ولا نقول بخلق القرآن ولا نخالف جماعة المسلمين.

ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب مالم يستحله ولا نقول: لا يضر مع الإيمان ذنب لمن عمله نرجو للمحسنين من المؤمنين أن يعفو عنهم ويدخلهم الجنة برحمته ولا نأمن عليهم ولا نشهد لهم بالجنة ونستغفر لمسيئهم ونخاف عليهم ولا نقنطهم. والأمن والإياس ينقلان عن ملة الإسلام وسبيل الحق بينهما لأهل القبلة ولا يخرج العبد من الإيمان إلا بجحود ما أدخله فيه.

والإيمان: هو الإقرار باللسان والتصديق بالجنان. وأن جميع ما أنزل الله فى القرآن وجميع ما صح عن رسول الله صلى الله عليه و سلم من الشرع والبيان كله حق. والإيمان واحد وأهله في أصله سواء والتفاضل بينهم بالخشية والتقى ومخالفة الهوى وملازمة الأولى والمؤمنون كلهم أولياء الرحمن وأكرمهم عند الله أطوعهم وأتبعهم

للقرآن و أصل الإيمان: هو الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر و البعث بعد الموت والقدر خيره وشره وحلوه ومره من الله تعالى ونحن مؤمنون بذلك كله لا نفرق بين أحد من رسله ونصدقهم كلهم على ما جاؤوا به. وأهل الكبائر من أمة محمد صلى الله عليه و سلم في النارلا يخلدون إذا ماتوا وهم موحدون وإن لم يكونوا تائبين بعد أن لقوا الله عارفين مؤمنين وهم في مشيئته وحكمه: إن شاء غفر لهم وعفا عنهم بفضله كما ذكر عز و جل في كتابه:(ان الله لا يغفر أن يشرک بہ ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) و إن شاء عذبهم في النار بعدله ثم يخرجهم منها برحمته وشفاعة الشافعين من أهل طاعته ثم يبعثهم إلى جنته وذلك بأن الله تعالى تولى أهل معرفته ولم يجعلهم في الدارين كأهل نكرته الذين خابوا من هدايته ولم ينالوا من ولايته اللهم يا ولي الإسلام وأهله ثبتنا على الإسلام حتى نلقاك به.

ونرى الصلاة خلف كل بر وفاجر من أهل القبلة ونصلي على من مات منهم ولا ننزل أحدا منهم جنة ولا نارا ولا نشهد عليهم بكفر ولا بشرك ولا بنفاق ما لم يظهر منهم شيء من ذلك ونذر سرائرهم

إلى الله تعالى ولا نرى السيف على أحد من أمة محمد صلى الله عليه و سلم إلا من وجب عليه السيف.

ولا نرى الخروج على أئمتنا وولاة أمورنا و إن جاروا ولا ندعوا عليهم ولا ننزع يدا من طاعتهم ونرى طاعتهم من طاعة الله عز و جل فريضة ما لم يأمروا بمعصية وندعوا لهم بالصلاح والمعافاة ونتبع السنة والجماعة ونجتنب الشذوذ والخلاف والفرقة ونحب أهل العدل والأمانة ونبغض أهل الجور والخيانة. ونقول: الله أعلم فيما اشتبه علينا علمه ونرى المسح على الخفين في السفر والحضر كما جاء في الأثر والحج والجهاد فرضان ماضيان مع أولي الأمر من المسلمين برهم وفاجرهم إلى قيام الساعة لا يبطلهما شيء ولا ينقضهما.

ونؤمن بالكرام الكاتبين فإن الله قد جعلهم علينا حافظين ونؤمن بملك الموت الموكل بقبض أرواح العالمين و نؤمن بعذاب القبر و نعيمه لمن كان له أهلا وسؤال منكر ونكير للميت في قبره عن ربه ودينه ونبيه على ما جاءت به الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه و سلم وعن اصحابه رضوان الله عليهم والقبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النيران. ونؤمن بالبعث وجزاء الأعمال يوم القيامة والعرض والحساب وقراءة الكتاب والثواب

والعقاب والصراط والميزان يوزن فيه أعمال المؤمنين من الخير والشر والطاعة والمعصية والجنة والنار مخلوقتان لا تفنيان أبدا ولا تبيدان فإن الله تعالى خلق الجنة والنار قبل الخلق وخلق لهما أهلا فمن شاء منهم الى الجنة أدخله فضلا منه ومن شاء منهم الى النار أدخله عدلا منه وكل يعمل لما قد فرغ له وصائر إلى ما خلق له والخير والشر مقدران على العباد والاستطاعة التي يجب بها الفعل من نحو التوفيق الذي لا يجوز أن يوصف المخلوق به فهي مع الفعل وأما الاستطاعة من جهة الصحة والوسع والتمكين وسلامة الآلات فهي قبل الفعل وبها يتعلق الخطاب وهو كما قال تعالى: (لا يكلف الله نفسا إلا وسعها). وأفعال العباد خلق الله وكسب من العباد. ولم يكلفهم الله تعالى إلا ما يطيقون ولا يطيقون إلا ما كلفهم وهو تفسير لا حول ولا قوة إلا بالله نقول: لا حيلة لأحد ولا حركة لأحد ولا تحول لأحد عن معصية الله إلا بمعونة الله ولا قوة لأحد على إقامة طاعة الله والثبات عليها إلا بتوفيق الله. وكل شيء يجري بمشيئة الله تعالى وعلمه وقضائه وقدره غلبت مشيئة المشيئات كلها وغلب قضاؤه الحيل كلها يفعل ما يشاء وهو غير ظالم أبدا تقدس عن كل سوء وحين وتنزه عن كل عيب وشين

لايسأل عما يفعل وهم يسألون. وفي دعاء الأحياءللأموات وصدقاتهم منفعة للأموات والله تعالى يستجيب الدعوات ويقضي الحاجات ويملك كل شيء ولا يملكه شيء ولا غنى عن الله تعالى طرفة عين ومن استغنى عن الله تعالى طرفة عين فقد كفر وصار من أهل الحين. وان الله يغضب ويرضى لا كأحد من الورى.

ونحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم ولا نفرط في حب أحد منهم ولا نتبرأ من أحد منهم ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير ونرى حبهم دينا و إيمانا و إحسانا وبغضهم كفرا ونفاقا وطغيانا ونثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم أولا لأبي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة ثم لعمر بن الخطاب رضي الله عنه ثم لعثمان رضي الله عنه ثم لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه وهم الخلفاء الراشدون والأئمة المهتدون الذين قضوا بالحق وكانوابه يعدلون. وأن العشرة الذين سماهم رسول الله صلى الله عليه و سلم وبشرهم بالجنة نشهد لهم بالجنة على ما شهد لهم رسول الله صلى الله عليه و سلم وقوله الحق وهم: أبو بكر وعمر وعثمان وعلي

وطلحة والزبير وسعد وسعيد وعبد الرحمن بن عوف وأبو عبيدة بن الجراح وهو أمين هذه الأمة رضي الله عنهم أجمعين
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم وأزواجه الطاهرات من كل دنس وذرياته المقدسين من كل رجس فقد برئ من النفاق وعلماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخير والأثر وأهل الفقه والنظر لا يذكرون إلا بالجميل ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل ولا نفضل أحدا من الأولياء على أحد من الأنبياء عليهم السلام ونقول: نبي واحد أفضل من جميع الأولياء. ونؤمن بما جاء من كراماتهم وصح عن الثقات من رواياتهم.
ونؤمن بأشراط الساعة منها: خروج الدجال ونزول عيسى ابن مريم عليهما السلام من السماء ونؤمن بطلوع الشمس من مغربها وخروج دابة الأرض من موضعها. ولا نصدق كاهنا ولا عرافا ولا من يدعي شيئا بخلاف الكتاب والسنة و إجماع الأمة ونرى الجماعة حقا وصوابا والفرقة زيغا وعذابا. ودين الله في الأرض والسماء واحد وهو دين الإسلام قال الله تعالى: (إن الدين عند الله الإسلام) وقال تعالى:(ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل

منه)وقال تعالى: (ورضيت لكم الإسلام دينا). وهو بين الغلو والتقصير وبين التشبيه والتعطيل وبين الجبر والقدر وبين الأمن والإياس. فهذا ديننا واعتقادنا ظاهرا وباطنا ونحن براء إلى الله من كل من خالف الذي ذكرناه وبيناه ونسأل الله تعالى أن يثبتنا على الإيمان ويختم لنا به ويعصمنا من الأهواء المختلفة والآراء المتفرقة والمذاهب الردية مثل المشبهة والمعتزلة والجهمية والجبرية والقدرية وغيرهم من الذين خالفوا السنة والجماعة واتبع البدعة والضلالة ونحن منهم براء وهم عندنا ضلال وأردياء وبالله العصمة والتوفيق.والله أعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

تم بحمد الله متن العقيدة الطحاوية